# گناہوں سے کیسے بچیں؟
## گناہوں سے بچنے کے طریقے

ندیم ایاز

وقت کی کمی کی وجہ سے میں نے 5 دسمبر 2021 بروز اتوار کے درس میں صرف چار اسباب ذکر کیے تھے اب یہاں پہ وہ سارے 20 اسباب ذکر ہیں جن کے ذریعے انسان گناہوں سے بچنے کا صبر حاصل کر لیتا ہے۔

یہ اسباب ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب عدۃ الصابرین میں ذکر کیے ہیں۔

Peaceofmindna.com

Facebook page peaceofmind.na

Youtube channel peace of mind.Na

وہ اسباب جو صبر کے لئے معین ومددگار ہے

پہلا امر:۔ اللہ کے جلال اور اس کی عظمت کا استحضار: کہ اس کی نافرمانی کی جائے حالانکہ وہ دیکھتا ہے وہ سنتا ہے اور جو شخص کہ اس کے قلب میں اللہ کا جلال اور اس کی عظمت مستحضر ہو تو اس کا قلب اس گناہ میں بالکل اس کی اطاعت نہیں کرے گا۔

دوسرا امر:۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کا استحضار: کہ اس کی محبت کے پیش نظر معصیت وگناہوں کو ترک کردے اس لئے کہ محب محبوب کا مطیع وفرمابردار ہوتا ہے، اور ترک میں بھی افضل محبین کا ترک کرنا ہے جیسا کہ اطاعت میں افضل محبین کی اطاعت ہے، لہٰذا محب کا ترک واطاعت اور عذاب سے ڈرنے والے کا ترک واطاعت میں مشرق ومغرب کا بُعد ہے۔

تیسرا امر:۔ اللہ کی نعمتوں واحسانوں کا استحضار: اس لئے کہ شریف وکریم آدمی کہ جو ذات اس کے ساتھ احسان کرتی ہو اسکے ساتھ برائی کا معاملہ نہیں کریگا کیونکہ ایسا تو کمینے لوگ کرتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اسکی نعمتوں کا استحضار بندے کو اسکی نافرمانی سے روک دیگا اللہ کی ذات سے حیا کرتے ہوئے کہ اللہ کا فضل اور اسکی نعمتیں ہمیشہ اس پر نازل ہوتی رہتی ہو اور اس (بندہ) کے مخالفت اور معصیت اور اعمال بد اسکے رب کے پاس پہونچتے ہوں ایک فرشتہ رحمتیں لے کر نازل ہو اور ایک بد اعمالیاں لے کر چڑھیں تو یہ تو بدترین مقابلہ ہے۔

چوتھا امر:۔ اللہ تعالیٰ کی صفت غضب وانتقام کا استحضار: اس لئے کہ جب بندہ اللہ کی نافرمانی میں بڑھتا رہتا ہے تو اللہ رب العالمین غضب ناک ہوتے ہے اور جب غضب ناک ہوتے ہیں تو پھر اس کے غضب کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی چہ جائیکہ یہ ضعیف وکمزور بندہ (ٹھہر سکے)۔

پانچواں امر:۔ نقصان کا استحضار: یعنی دنیا وآخرت کی وہ خیر وبھلائی جو نافرمانی اور معصیت سے فوت ہوجاتی ہے اس کا استحضار کرے اوران گناہوں کی وجہ سے اس بندے کے نئے نئے برے نام پیدا ہوجاتے ہیں جو عقلاًوشرعاًوعرفاًہر اعتبار سے برے ہوتے ہیں اور اس بندے سے اچھے نام زائل ہوجاتے ہیں جو عقلاًوشرعاًوعرفاًہر اعتبار سے اچھے تھے اور اس فوت ہونے کے استحضار میں صرف اس ادنی ایمان کے فوت ہونے کا استحضار ہی کافی ہے جس کا ایک ذرہ بھی دنیا ومافیہا سے کئی گنا بہتر ہے لہذا کیسے کوئی بندہ اس ادنی ایمان کو ان شہوات کے بدلے میں فروخت کردیگا اور فوت کردیگا جن شہوات کی لذت ختم ہوجانی والی ہے اور اس کا اثر باقی رہ جائیگا اور شہوات ختم ہوجائیگی اور شقاوت باقی رہ جائیگی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: {لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ} تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے ایمان نکل جاتا ہے حتی کہ وہ ایمان اس کے سر پر سایہ کی طرح باقی رہتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو وہ ایمان لوٹ آتا ہے، اور بعض تابعین فرماتے ہیں کہ اس سے ایمان نکال لیا جاتا ہے جیسے کہ قمیص نکال لیا جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اس کو پہنا دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

اس حدیث میں جس کو امام بخاریؒ نے روایت فرمایا ہے منقول ہے" اَلزُّنَاۃُ فِی التَّنوِرِ عُرَاۃٌ" اس لئے کہ وہ لباسِ ایمان سے برہنہ تھے اور اس شہوت کے تنّور (آگ) کو جوان کے قلوب میں تھا ظاہری تنّور (آگ) سے بدل دیا جس پر جہنم میں انکو تپایا جائیگا۔

چھٹا امر:۔ غلبہ وکامیابی کا استحضار: اس لئے کے شہوات کا مغلوب ہونا اور شیطان پر فتح اور کامیابی کا حاصل ہونا یہ (غلبہ وکامیابی) اس (بندے) کو ایک خاص حلاوت ومسرّت عطا کرتے ہیں، اس ذائقہ کو جو چکھتا ہے اس کے نزدیک کسی انسانی دشمن پر فتح پانے سے بڑھ کر ہے، اور موقع کے اعتبار سے بہت شیریں ہے، اور فرحت کے اعتبار سے بہت تام ہے، اور اسکا انجام تو بہت ہی اچھا انجام ہوگا، اور یہ تو ایسا ہی ہے جیسے اس نافع دواء کے پینے کا انجام جکو پی کر جسم کی بیماری ختم ہو جائے، اور تندرستی و صحت واپس آجائے۔

ساتواں امر:۔ جزاء وعوض کا استحضار: جزاء وعوض وہ ہے جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بندے سے وعدہ فرمایا ہے جو محارم و ممنوعات کو اللہ کے لئے ترک کردے اور اپنے نفس کو شہوات وخواہشات سے روکدے، اور بندہ عوض (اللہ کی جانب سے صلہ) اور معوّض (بچنے کی تکلیف) کے مابین موازنہ وبرابری کرے کہ ان دونوں میں سے کس کو ترجیح دے، اور اس کے لئے اپنے نفس کو رضامند کرلے، اور اسکو اختیار کرے۔

آٹھواں امر:۔ معیت کا استحضار: اور یہ (معیت) دو قسم کی ہے، (۱) معیت عام (۲) معیت خاص۔

معیت عام:۔ وہ اللہ کا اپنے بندے سے باخبر رہنا ہے، اور بندے کا اللہ کی نظر میں رہنا ہے کہ اسکا کوئی حال اللہ سے مخفی نہیں، اور یہ پہلے گزر

چکا ہے، اور یہاں مقصود معیت خاص ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے قول [إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ] اور اللہ کے قول [إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ] اور اللہ کے قول [وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ] میں ہے، بس یہی معیت خاص جو دنیا وآخرت میں سب سے بہتر ونافع چیز ہے ان چیزوں کی بنسبت جو بندے کو اپنی پوری عمر میں اپنی شہوتوں کے حاصل کرنے میں اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے میں پاتا ہے، لہٰذا بندہ معیتِ خاصہ پر ان بے مزہ اور بے برکت لذتوں کو کیسے ترجیح دے سکتا ہے، جو لذتیں اس عمرِ قصیر میں نہ تو مکمل ہونے والی ہے اور نہ پوری ہونے والی ہے، وہ تو خواب کی طرح ہے، جو سونے والا دیکھتا ہے، اور ختم ہونے والے سایہ کی طرح ہے۔

نواں امر:۔ اچانک پکڑ اور مواخذہ کا استحضار: وہ یہ کہ بندہ اس بات سے ڈرے کہ کہی اچانک مواخذہ (موت) نہ آجائے، اور اللہ اس کو اچانک پکڑ لے تو پھر یہ (دنیا کی لذتیں) بندے اور آخرت کی لذتوں کے مابین حائل ہوجائے، پھر (وہ کہے) ہائے افسوس کہ پکڑ کا معاملہ کتنا شدید ہے، لیکن بندہ اس کو تجربہ ہی سے پہچانتا ہے، بعض قدیم کتابوں میں ہے، اے وہ شخص جس کی ذات پر بھروسہ پلک جھپکنے کے برابر نہیں، اور جسکو ایک دن کی خوشی تام ہونے کا اعتماد نہیں پرہیز کرلے۔

دسواں امر:۔ بلا اور مصیبت اور عافیت وراحت کا استحضار: اس لئے کے حقیقت میں بلاء تو وہ گناہ اور اس کا انجام ہے، اور حقیقی راحت وعافیت تو وہ اطاعت اور اس کا انجام ہے، لہٰذا اہلِ مصیبت وہی لوگ ہیں جو گنہگار ہیں اگرچہ ان کے بدن عافیت وراحت میں ہو، اور اہلِ عافیت وہی لوگ ہیں جو اطاعت گزار ہے اگرچہ ان کے بدن مرض وتکلیف میں ہو، بعض اہلِ علم حدیث "إِذَا رَأَيْتُمْ أَهْلَ الْبَلَاءِ فَاسْئَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ" (جب تم مصیبت

زدہ کو دیکھو تو اللہ سے عافیت طلب کرو) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اہلِ بلاء وہ لوگ ہیں جو اللہ کی معصیت، اللہ سے اعراض اور غفلت میں مبتلاء ہیں، اور یہ اگرچہ بہت بڑی بلاء اور مصیبت ہے ورنہ لفظِ بلاء تو لوگوں کی تمام قسموں کو مشتمل ہے جو دینی و دنیوی (جسمانی و روحانی) بلاؤں میں مبتلا ہیں۔

گیارہواں امر:۔ یہ ہے کہ جیشِ دین کو اور مقتضیاتِ دین کو جیشِ ہوا کے ساتھ مقابلہ کی عادت ڈالے، اور انکو آہستہ آہستہ بتدریج مقابلہ کرائے، یہاں تک کہ کامیابی کی لذت حاصل ہونے لگے، تو اس وقت اس (بندے) کی ہمت بڑھے گی، اس لئے کہ جو شخص کسی شیٔ کی لذت کا ذائقہ چکھ لیتا ہے تو اس شیٔ کے حصول میں اس کی ہمت بڑھ جاتی ہے، اور اعمالِ شاقہ مکرّر کرنے کی عادت ڈالنے سے وہ قوت و طاقت زیادہ ہو جاتی ہے جس قوت سے یہ اعمال صادر ہوتے ہیں، اسی وجہ سے تم حمال (کلی) کو اور مشکل کام کرنے والے کو مضبوط و طاقتور پاوگے، برخلاف درزی اور کپڑا بیچنے والا وغیرہ، اور جو شخص بالکل مجاہدہ کو ترک کردے تو اس میں قوتِ دین کمزور و ضعیف ہو جاتی ہے اور اس میں قوتِ شہوت مضبوط ہو جاتی ہے، اور جب بندہ اپنے نفس کو خواہشات کی مخالفت کا عادی بناتا ہے تو جب چاہتا ہے اس پر غلبہ پالیتا ہے۔

بارواں امر:۔ قلب کو خیالات اور اوھام سے روکنا اور جب خیالات اولاً دل پر سے گزرے تو اسکو دفع کرے اور اسکو دل میں قرار اور جگہ نہ دے، اسلئے کہ پھر وہ (خیالات) امیدیں ہو جاتی ہے اور یہی مفلس لوگوں کا سرمایہ ہے اور جب خیالات دل میں جم جاتے ہیں تو امانی اور خوش کن باتیں بن جاتی ہے، پھر اگر جے رہے تو رنج و غم اور فکریں بن جاتی ہیں، پھر اگر یہ بھی جے رہے اور مضبوط بن گئے تو پھر ارادیں بن جاتے ہیں، پھر

اگر یہ بھی مقوی ہوگئے تو پھر عزمِ مصمم بن جاتے ہیں جسکے ساتھ مراد مل جاتی ہے تو پہلے ہی مرحلہ میں ان خیالات کو دفع کرنا آسان و سہل ہے، بر خلاف اسکے وقوع کے بعد قرار شدہ کے اثر کو دور کرنا اور عادت کو چھوڑنا کہ یہ بہت مشکل ہے۔

تیرواں امر:۔ ان اسباب و تعلقات کو قطع کرنا جو خواہشات کے موافقت کے داعی ہو اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کی کوئی خواہش نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو ان چیزوں کی طرف پھیر دے جو نافع اور مفید ہو اور ان (خواہشات) کو اللہ تعالیٰ کی مرادوں کی تکمیل میں استعمال کرے، تو یہ (اللہ کے لئے استعمال کرنا) اس بندے سے ان خواہشات کا معصیت میں مستعمل ہونے سے دفاع کریگا، لہٰذا انسان کی ہر چیز جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوگی تو اللہ تعالی اس چیز کو نفس و شیطان کے لئے استعمال ہونے سے محفوظ رکھے گا، اور جو چیز اللہ کے لئے مستعمل نہ ہوگی، تو وہ چیز ضروری طور پر نفس و خواہش کے لئے استعمال ہوگی، اور اس سے کوئی چارۂ کار بھی نہیں، لہٰذا علم اگر اللہ کے لئے نہیں تو وہ نفس و ھوا کے لئے ہے، اور عمل اگر اللہ کے لئے نہیں تو وہ ریاو نمود اور نفاق کے لئے ہے، اور اگر مال اللہ کی اطاعت میں خرچ نہ ہوگا تو وہ شیطان و ھوا کی اطاعت میں صرف ہوگا، اور جاہ و مرتبہ اگر صاحب جاہ اس (جاہ) کو اللہ کے حکم میں استعمال نہیں کریگا تو وہ اسکو اپنی خواہشات اور اسکی لذتوں میں استعمال کریگا، اور قوت و طاقت اسکو اگر اللہ کے حکم میں استعمال نہیں کریگا تو وہ اللہ کی معصیت و نافرمانی میں مستعمل ہوگی، پس جو شخص اپنے نفس کو اللہ کے لئے عمل کا عادی بنائیگا، تو غیر اللہ کے لئے عمل کرنے سے بڑھکر کوئی عمل اس پر دشوار نہ ہوگا، (یعنی غیر اللہ کے لئے عمل کرنا اس پر

بہت ہی شاق ہوگا)اور جو شخص نفس کو خواہش اور لذت کا عادی بنائیگا تو اللہ کے لئے اخلاص و عمل سے بڑھکر کوئی عمل اسپر دشوار نہ ہوگا، (یعنی اللہ کے لئے عمل کرنا اس پر بہت مشکل ہوگا) اور یہ اصول اعمال کے تمام ابواب میں ہے، لہذا اللہ کے لئے خرچ کرنے والے پر انفاق لغیر اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز مشکل نہیں ہوتی، اور اسی طرح اس کا برعکس۔

چودھواں امر:۔ اللہ تعالیٰ کی آیات و نشانیوں کے عجائبات میں سوچ و فکر کو مشغول رکھنا جن آیات و نشانیوں میں اللہ نے تفکر و تدبر کی ترغیب دی ہے ، اور وہ اللہ کی مخلوق اور واضح نشانیاں ہیں! اور جب بندہ اپنے (تفکر و تدبر) کو اپنے قلب پر تسلط و غلبہ دیدیتا ہے تو اس سے شیطان کا دائرہ دور ہوجاتا ہے، اور شیطانی خیالات و وساوس بھی ختم ہوجاتے ہیں، اور جو شخص ان فکروں کو قلب پر تسلط دیدے اس کا اس سے بڑھ کر اور کیا نفع ہوسکتا ہے کہ اسکا قلب ہمیشہ اللہ اور اس کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ (کی باتوں) میں محفوظ و پناہ گزیں ہوجاتا ہے پھر بھی جو شخص اس پناہ سے اعراض کرے اور انس و جن اور شیطان کی پناہ کی رغبت کرے تو پھر اس نقصان سے بڑھ کر اور کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔

پندرواں امر:۔ دنیا اور اسکے سرعتِ زوال و فناء کے بارے میں تفکر کرنا سوچنا، لہذا جس شخص کا نفس کم ہمت ہوگا اور جسکی مروت گھٹیا ہوگی اور قلب مردہ ہوگا وہی شخص اس بات کو پسند کریگا کہ وہ اس دار فانی سے جسکی چیزیں خسیس و کم نافع ہے اس سے اس دار بقاء اور ہمیشگی کے گھر کی طرف زادِراہ اختیار نہ کرے، اس لئے کہ اسکی حسرت اس وقت زیادہ ہوجائیگی جب وہ حقیقت کا مشاہدہ کرلے گا اور اسکے سامنے دنیا کا عدمِ نافع ہونا ظاہر ہوجائے گا، اور کیسے (حسرت) نہ ہو جبکہ اس نے

اس زادو توشہ کو ترک کردیا جو اسکے لئے نافع تھا اس زادو توشہ کے لئے جو اس کے لئے وبالِ جان ہے اور جو حصولِ تکلیف کا سبب ہے بلکہ جب اس نے اس زادو توشہ کو اختیار کیا جو اس کے لئے نافع تھا اور اس زادو توشہ کو ترک کردیا جو اس سے بھی زیادہ نافع تھا تو اس پر اور حسرت و خیالِ زیاں طاری ہو جائے گا۔

سولھواں امر:۔ خود کو اس ذات کے حوالہ کر دینا جس کی انگلیوں کے مابین سب کے قلوب ہیں اور تمام امور کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی ہر چیز کا منتہی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ بندے کو قبولیت کی گھڑی میسر ہو جائے جیسے کہ حدیث میں ہے {إِنَّ اللهَ فِيْ أَيَّامِ دَهْرِهِ نَفَحَاتٌ فَتَعَرَّضُوْا لِنَفْحَاتِهِ وَسَلُوا اللهَ أَنْ يَسْتُرَ عَوْرَاتِكُمْ وَيُؤمِنَ رَوْعَاتِكُمْ} اور ہو سکتا ہے کہ بندے کا خود کو کثرت سے اللہ کے سامنے حاضری دینے میں ان اوقات میں سے کوئی وقت اور گھڑی میسر ہو جائے جس میں اللہ سے جو چیز طلب کرے وہ اس کو عطا کرتا ہے، لہٰذا جس شخص کو دعاء کی توفیق ہوئی تو پھر قبولیت بھی عطاء ہوگی! اس لئے کہ اگر قبولیت مقصود نہ ہوتی تو اللہ ان کو دعاء کی تلقین نہ کرتے، توفیق نہ دیتے جیسے کہا گیا ہے۔

لَوْلَمْ تُرِدْ نَيْلَ مَا أَرْجُوْ وَأَطْلُبُهُ
مِنْ جُوْدِ كَفِّكَ مَا عَوَّدْتَنِيْ الطَّلَبَ

اگر تو اپنے سخی ہاتھوں سے وہ چیز جس کی میں امید رکھتا ہوں
اور طلب کرتا ہوں دینا نہ چاہتا تو تو مجھے مانگنے کا عادی نہ بناتا

اور بندہ بھی اپنے ظاہری حال سے نہ گھبرائے اس لئے کہ اللہ بھی اپنے بندے سے ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں جن افعال میں اس کا کوئی مثل نہیں ہے جیسے کہ صفات میں اس کا کوئی مثل نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ بندے

کواسی لئے محروم کرتے ہیں تاکہ عطاء کرے، اوراس کواسی لئے بیمار کرتے ہیں تاکہ اسکو شفاء دے اوراس کواسی لئے فقیر ومحتاج بناتا ہے تاکہ اسکو غنی کردے اوراس کواسی لئے موت دیتے ہیں تاکہ اس کو حیات دے اوراسکے والدین آدم وحوا کواسی لئے جنت سے خارج کیا تاکہ ان کو حالِ کامل میں واپس اس میں داخل کرے جیسے کہ کہا گیا اے آدم میرا تجھ کو یہ کہنا "اخرج منھا" اس سے ناراض مت ہو، گھبرامت، اس لئے کہ میں نے تیرے لئے ہی جنت کو پیدا کیا ہے اور میں اس میں تجھ کو واپس پہونچا دوں گا۔

بس اللہ رب العالمین اپنے بندے پر آزمائش کے ذریعہ انعام فرماتا ہے اوراس کو محرومیت کے ذریعہ عطا کرتا ہے اوراس کو سقم ومرض کے ذریعہ صحت وتندرستی عطاء کرتا ہے لہٰذا بندہ اپنی خستگی سے بالکل وحشتنہ کرے اور نہ گھبرائے، ہاں! اس وقت خوف کرے جب کہ وہ حالت اللہ سے بغض وناراضگی کا سبب بن جائے اوراللہ سے دور کردے۔

سترہواں امر:۔ یہ ہے کہ بندہ جان لے کہ اس امتثالِ اوامر اوراجتنابِ نواہی میں دو متضاد جاذبیت وطاقت ہے اوراس کی محنت وسعی دو طاقتوں کے مابین ہے ایک مقناطیسی طاقت ہے جو اسکو اہلِ علیین میں رفیقِ اعلیٰ کی طرف کھینچتی ہے اورایک دوسری مقناطیسی طاقت ہے جو اس کو اسفل السافلین کی طرف کھینچتی ہے پھر جب وہ بندہ رفیق اعلیٰ کی طرف چلتا ہے تو درجہ بدرجہ بڑھتا ہی جاتا ہے حتی کہ وہ اس درجہ ومقام تک پہونچ جاتا ہے جو مقامِ اعلیٰ میں اس کے مناسب ہوتا ہے، اورجب وہ جاذبِ اسفل کی طرف مائل ہوتا ہے تو اترتا جاتا ہے حتی کہ وہ سجین میں اپنے مقام پر پہونچ جاتا ہے، اورجب بندہ یہ جاننا چاہے کہ کیا وہ رفیق اعلی کے ساتھ ہوگا یا اسفل السافلین

میں؟ تواسکو دیکھنا چاہیئے اور غور کرنا چاہیئے کہ اس کی روح (کا تعلق) اس عالم (دنیا) میں کس سے ہے؟ اس لئے کہ جب روح بدن سے جدا ہوگی تو وہ اس کے ساتھ ہوگی جس کی طرف روح اس عالم (دنیا) میں اس کو کھینچتی تھی، تو وہی اس کا بہتر مقام ہوگا تو آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اسکو طبعاً یا عقلاً محبت ہو اور وہ شخص جو کسی شئی کو اہمیت دیتا ہے تو وہ اس کی طرف اور اس کے متعلقات کی طرف طبعی طور پر مائل ہوتا ہے ہر آدمی اسی کی طرف جھکتا ہے جس سے وہ مناسبت رکھتا ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ]قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ[ لہٰذا نفوس عالی وہ اپنی ذات وہمت اور اعمال سے بلندی وعلویت کی طرف مائل ہوہی جاتی ہے اور نفوس سافلہ اسفل السافلین کی طرف۔

اٹھارواں امر:۔ یہ ہے کہ بندہ جان لے کہ مقام ومحل (دل) کو باران رحمت کے نزول کے لئے فارغ کرنا شرط ہے اسکو مفسدات سے صاف کرنا کمالِ پیداوار کے لئے شرط ہے لہٰذا جب محل (دل) فارغ نہیں ہوگا تو باران رحمت اس محل کو قابل نزول نہیں بنائے گی اور اگر وہ محل فارغ ہوگا تاکہ اس میں باران رحمت ہو لیکن اگر وہ مفسدات سے صاف نہیں ہوگا تو پیداوار کامل نہیں ہوگی بلکہ بسا اوقات مفسدات پیداوار پر غالب آجاتی ہے، اور اس (پیداوار) کا حکم بھی وہی (مفسدات کا) ہوجاتا ہے اور یہ قلب ودل بھی ایسا ہی ہے جیسے کہ بندہ اپنی زمین کو درست کرتا ہے اور اسکو قابلِ زرع بناتا ہے اور اس میں بیج ڈالتا ہے اور نزولِ باراں کا انتظار کرتا ہے جب بندہ کا قلب پاک وصاف ہوجاتا ہے اور باطل ارادوں اور برے خیالات سے خالی اور فارغ ہوجاتا ہے اور اس میں ذکر ومحبت اخلاص کا بیج بوتا ہے اور رحمت کی ہواؤں کی گزرگاہ پر قائم کرتا ہے اور بارانِ رحمت کے

نزول کا انتظار کرتا ہے تو پھر وہ حصولِ غلہ (معرفت) کی صلاحیت
رکھتا ہے اور جیسے اپنے وقت پر بارانِ رحمت کے نزول سے امید قوی ہوتی ہے اسی
طرح فضیلت والے اوقات میں اور مبارک مقامات میں اللہ
تعالٰی کے عطایا کے نصیب ہونے کی امید قوی ہوتی ہے خاص کر اس وقت
جب کہ حوصلہ و عزم بھی جمع ہو جائے اور قلوب بھی مستعد ہو اور بڑا مجمع ہو
جیسے کے عرفہ، صلاۃ استسقاء، صلاۃ جمعہ میں جمع ہوتے ہیں اس لئے کہ
عزم و حوصلہ اور قلوب کا اجماع وہ اسباب ہیں جس کو اللہ نے حصولِ
خیر اور نزولِ رحمت کے مقتضی مقرر فرمائیں ہیں، جیسے کہ دیگر تمام اسباب
کا تعین اپنے مسبب کا مقتضی ہے بلکہ یہ اسباب حصولِ رحمت میں زیادہ قوی ہے
دیگر ان حسی اسباب سے جو اپنے مسبب کے حصول کے مقتضی ہے لیکن بندہ اپنے
جہل و نادانی کی وجہ سے خود پر حاضر (دنیا) کو اس سے بہتر غائب (
آخرت) پر غالب کر دیتا ہے اور اپنے ظلم کی وجہ سے ان چیزوں کو
جس کا دنیا فیصلہ کرتی ہے (اور اسکے تقاضوں کو) ان چیزوں پر جس کا
آخرت میں فیصلہ ہونے والا ہے اور اسکے تقاضوں کو آخرت کے
تقاضوں پر ترجیح دیتا ہے لہٰذا اگر بندہ محل کو فارغ کر لیتا ہے اور تیار
و درست کر لیتا ہے تو وہ نتائج کا مشاہدہ کرتا ہے اس لئے کہ اللہ کے فضل کو وہی
چیز مانع ہوتی ہے جو بندے میں ہوتی ہے پھر اگر وہ مانع زائل ہو جاتا ہے تو
پھر ہر طرف سے اللہ کا فضل اسکی طرف سرعت سے بہتا ہے
لہٰذا تو نہر عظیم (دریا، سمندر) میں غور کر کہ وہ ہر اس زمین کو
سیراب کر دیتی ہے جس پر سے یہ نہر گزرتی ہے پھر (بعض مرتبہ)
اس نہر کے اور بعض بنجر اور اجڑ زمین کے مابین بڑا ڈیم اور بند حائل

ہوجاتا ہے اور صاحبِ زمین اپنی زمین پر قحط ہونے کا یا نہر (کے پانی کے نہ آنے کا) شکوٰی کرتا ہے۔

انیسواں امر:۔ بندہ یہ جان لے کہ اللہ نے اس کو دارِ بقاء کے لئے پیدا کیا ہے جس کے لئے کوئی فناء نہیں، اور اس عزت کے لئے پیدا کیا ہے جس کے ساتھ کوئی ذلت نہیں، اور اس امن کے لئے پیدا کیا ہے جس میں کوئی خوف نہیں، اور اسکو اس غناء کے لئے پیدا کیا ہے جس کے ساتھ کوئی فقر نہیں، اور اس کو ان لذتوں اور راحتوں کے لئے پیدا کیا ہے جن کے ساتھ کوئی غم و تکلیف نہیں، اور اس کو اس کمال کے لئے پیدا کیا ہے جسمیں کوئی نقص نہیں، اور اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بندے کا امتحان لیتا ہے اس بقاء کے ذریعہ جس کی طرف زوال و فناء سرعت و تیزی سے آتی ہے، اور اس عزت کے ذریعہ آزماتا ہے جس کے ساتھ ذلت متصل ہے اور ذلت اس کا تعاقب کررہی ہے، اور اس امن سے آزماتا ہے جس کے ساتھ خوف ہے اور اس کے بعد خوف ہے، اسی طرح غناء ولذت خوشی و راحت اور ان نعمتوں سے جو اپنے اضداد کے ساتھ مخلوط ہیں ان تمام سے آزماتا ہے تو بہت سے لوگ اس مقام میں غلطی کر بیٹھے کہ انہوں نے ان نعمتوں کو یعنی بقاء و عزت کو اور جاہ و مرتبہ کو غیرِ محل (دنیا) میں طلب کرلی تو یہ چیزیں محل (آخرت) میں مفقود ہوگئی اور بہت سے لوگ ان مطلوبہ نعمتوں کے حصول میں کامیاب نہ ہوئے اور جن چیزوں میں کامیاب ہوئے تو وہ متاعِ قلیل اور قریب الختم اور سریع الزوال تھی، اور انبیاء علیہ السلام دائمی نعمت اور بڑی سلطنت کی دعوت لے کر آئے، تو جن لوگوں نے انکی دعوت کو قبول کیا، انکو دنیا کی چیزوں سے بھی زیادہ لذیذ اور پاکیزہ چیزیں حاصل ہوئی، اور آخرت کا عیش بادشاہ

وغیرہ کے عیش سے کئی زیادہ بہتر اور اچھا ہے، اس لئے کہ دنیا سے زہد و بے رغبتی ہی دنیا کی بادشاہی ہے، اور شیطان مومن سے زہد و بے رغبتی پر بہت حسد کرتا ہے، لہٰذا شیطان بے انتہاء خواہشمند ہوتا ہے کہ بندہ کو صفتِ زہد حاصل نہ ہو، اس لئے جب بندہ اپنی شہوات و غصہ پر قابو پالیتا ہے، تو وہ دونوں (شہوات و غصہ) بندہ کے ساتھ دین کے تقاضوں میں اتباع کرتے ہیں، اور یہی حقیقی بادشاہت و سلطنت ہے، اس لئے کہ یہی بادشاہ آزاد ہے، اور وہ بادشاہ جو اپنی شہوات و غصہ کا تابع ہے تو وہ اپنی شہوات و غصہ کا غلام ہے، پس وہ بادشاہی کے لباس میں مملوک و غلام ہے، جس کو شہوت و غصہ کی لجام لے چلتی ہے جیسے کہ اونٹ کو لے جایا جاتا ہے، لہٰذا یہ مغرور و فریب خوردہ اس ظاہری بادشاہت پر جس کا ظاہر بادشاہی او رباطن غلامی ہے اور ان شہوات پر جس کا اول و آخر سب حسرت و افسوس ہے انہی پر نظر جمائے رکھتا ہے، اور حقیقی بینا و توفیق جس کے ساتھ شامل ہو وہ اپنی نظر کو ان چیزوں کے اوائل و اواخر میں گھماتا ہے، اور ان چیزوں کی ابتداء سے انجام تک میں غور کرتا ہے، اور یہ صرف اللہ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ ہی فضل و عظمت والا ہے۔

بیسواں امر:۔ یہ کہ بندہ اپنے اعتقاد و گمان سے اس بھول اور غلطی میں نہ پڑ جائے، کہ صرف مذکورہ چیزوں کا علم حصولِ مقصد میں کافی ہے، بلکہ ضروری ہے کہ اس علم پر عمل کرنے میں سعی بلیغ کرے، اور اس میں حتی المقدور طاقت و قوت کو صرف کرے، اور اس کا مدار ترکِ عادت پر ہے، اس لئے کہ یہی عادتیں کمال و فلاح کی دشمن ہے، لہٰذا کوئی بندہ ان عادتوں پر دوام و استمرار کے ساتھ فلاح حاصل نہیں کر سکتا، اور ان

عادتوں کے ترک کیلئے حتی الامکان مواقعِ فتن سے بھاگ کر دوسرے مواقع کو اختیار کر کے مدد طلب کرے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: { وَمَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ } کہ کوئی شخص دجال کے بارے میں سنے (کہ وہ آیا ہے) تو اس سے دور رہے، لہٰذا شر و برائی سے بچنے کے لئے برائی و شر کے اسباب و مقام وغیرہ سے بھی دور رہنا کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

یہاں شیطان کی ایک باریک تدبیر ہے جس سے کوئی حاذق اور ہوشیار ہی نجات و خلاصی پا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ شیطان برائی کے مقام میں کچھ اچھی چیزیں بھی بندے کے سامنے ظاہر کرتا ہے اور اس کے حصول کی دعوت دیتا ہے جب وہ بندہ اچھی چیز کے حصول کے لئے قریب ہوتا ہے تو شیطان اس کو اپنی جال و پھندے میں پھانس لیتا ہے۔۔۔واللہ اعلم